قرآن کے تبیان ہونے کے معنی

از: عبدالباسط پتافی

قرآن مجید میں اللہ تعالی نے اپنی کتاب کے مختلف اوصاف بیان کیے ہیں جن کی کئی حکمتیں ہو سکتی ہیں مگر اس سے اس کتاب کی نوعیت، روش اور مقصد کا بھی پتہ چلتا ہے جس کا جاننا نہایت ضروری ہے۔

لہذا ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کو اللہ نے "تبیان" بھی کہا ہے تو اب یہ معلوم کرنا اہم ٹھہرتا ہے کہ اس سے پروردگار کا مقصود کیا ہے؟

تبیان کا مطلب مکمل واضح اور روشن ہونا ہے تو پھر کوئی دوسری چیز قرآن کے لیے کس طرح مبین ہو سکتی ہے؟ اور پھر قرآن ہر چیز کے لیے تبیان ہے تو ہر چیز سے کیا مراد ہے؟

آگے بڑھنے سے پہلے وہ آیت اور اس کا عمومی مفہوم ملاحظہ ہو جہاں اللہ نے قرآن کو تبیان کہا ہے:

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ ۖ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ۚ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ۔ (سورہ نحل آیت89)

مفہوم: "اور اس روز ہم ہر امت میں ان میں سے انہی پر گواہ کو اٹھائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ بنا کر لائیں گے اور ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے ہر چیز کے لیے تبیان بنا کر، رحمت، ہدایت اور بشارت بنا کر مسلمانوں کے لیے۔"

اپنی بات کرنے سے پہلے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم مختلف نظریات کا جائزہ لیں اسی لیے ہم نے کوشش کی ہے کہ مختلف مناہج و مشارب کے مفسرین کا مطالعہ کر کے انہیں تحریر

میں لایا جائے سو درج ذیل مفسرین و تفاسیر کو ہم آئندہ کی تحریر میں پیش کریں گے کہ وہ "تبیان" کو کس پہلو یا زاویہ سے دیکھتے ہیں اور جس آیت میں یہ بات آئی ہے اس کے اہم مطالب انہوں نے کیا بیان کیے ہیں۔

آخر میں ہم اپنا طالبعلمانہ رجحان سامنے رکھیں گے اور اس پر جو سوالات ہوں گے انہیں ایڈریس کریں گے۔

تفاسیر و مفسرین

اہل سنت علماء

1۔ طبری کی جامع البیان

2۔ زمخشری کی الکشاف

3۔ فخر الدین رازی کی مفاتیح الغیب

4۔ ابن عاشور کی التحریر و التنویر

زیدیہ علماء

5۔ حاکم جشمی کی التھذیب

6۔ بدرالدین حوثی کی التیسیر

علمائے امامیہ

7۔ طبرسی کی مجمع البیان

8۔ فیض کاشانی کی الصافی

9۔ طباطبائی کی المیزان

تاہم ضمنی طور پر دیگر علماء کا تذکرہ بھی کرنے کی کوشش کریں گے خصوصا جنہوں نے اس باب میں کوئی نئی بات پیدا کرنی کی کوشش کی ہے۔

نوٹ: آیات کا اردو میں مفہوم بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جس نے جو آیت پیش کی ہے وہ اس سے کیا سمجھا ہے سوا سے قرآن کا بدل قرار نہیں دیا جائے بلکہ یوں فہم کو بیان کیا گیا ہے تا کہ غلط فہمی ہوئی ہو تو اس پر گرفت کی جا سکے۔

اہل سنت

ابن جریر طبری (ت310ھ)

ہماری پہلی گفتگو سورہ نحل کی آیت 89 کے ایک جزء پر ابن جریر طبری کی رائے کو جاننا اور سمجھنا ہے۔

ان کے نظریہ سے پہلے آیت کا وہ حصہ ملاحظہ ہو

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ تِبْيَٰنًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ۔

مفہوم: ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہر چیز کے لیے "تبیان"، ہدایت، رحمت اور بشارت بنا کر مسلمانوں کے لیے۔

سب سے پہلے طبری طے کرتے ہیں کہ "تبیان" کا مطلب "بیان" ہے اور ہر چیز سے مراد ہر وہ چیز جس کی طرف لوگوں کو حرام، حلال، عقاب اور ثواب کی جہت سے ضرورت و احتیاج ہے تو قرآن نے ہر حلال و حرام اور ثواب و عقاب کو بیان کر دیا ہے جسے لوگوں کا جاننا ضروری تھا۔

پھر قرآن کو (رحمت) کہا گیا ہے تو یہ رحمت کس کے لیے ہے؟

اس پر علامہ طبری کہتے ہیں کہ یہ ہر اس شخص کے لیے رحمت ہے جو قرآن کی تصدیق کرے، اس میں بیان کردہ حدودِ خدا (امر و نواہی) پر عمل پیرا ہو، اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام گردانے۔

اور جو اللہ کی اطاعت کرے، اس کی توحید پر سر نگوں ہو اور اس کی اطاعت پر اذعان و ایقان رکھتا ہو تو قرآن اسے آخرت میں ثواب اور عظیم شرافت و وقار کی بشارت دیتا ہے۔(1)

پس اب اصل نکتے کی طرف آئیں تو طبری کا ماننا ہے کہ قرآن کے "تبیان" ہونے کے معنی اس کے "بیان" ہونے کے ہیں۔

اب سوال یہ ہو گا کہ "بیان" سے کیا مراد ہے؟

تو سورہ آل عمران کی آیت کے اس حصہ (هذا بيان للناس) کو کھولتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

بيانٌ للناس = يعني بـ"البيان"، الشرح والتفسير كما حدثنا ابن حميد قال، حدثنا سلمة، عن ابن إسحاق: (هذا بيان للناس) أي: هذا تفسير للناس إن قبلوه (2)

مفہوم: "بیان یعنی شرح و تفسیر جیسا کہ ابن اسحاق سے مروی ہے کہ (هذا بيان للناس) یعنی یہ لوگوں کے لیے تفسیر ہے اگر وہ قبول کریں۔"

البتہ یہ واضح رہے کہ آیت کے اس حصے میں دو قول ہیں بعض کا ماننا ہے کہ (هذا بيان للناس) یعنی یہ قرآن لوگوں کے لیے بیان ہے اور دیگر بعض کا ماننا ہے کہ اس آیت سے پہلے جو ذکر ہوا مسلمانوں کی تذکیر کے لیے یہ اس جانب اشارہ ہے اور طبری اسی دوسرے قول کو درست

سمجھتے ہیں۔

پس طبری کے نزدیک قرآن ہر چیز کے لیے تبیان ہے سے مراد وہ ہر حلال و حرام اور ثواب و عقاب کے لیے تفسیر و شرح ہے جس کے جاننے اور معرفت کی لوگوں کو ضرورت و احتیاج ہے۔

اور اس کے لیے ابن مجاہد کے تین آثار نقل کرتے ہیں جن میں سے دو آثار میں وہ حلال و حرام اور ایک اثر میں وہ نواہی و اوامر مراد لیتے ہیں۔

چوتھا اثر ابن جریج سے ہے جو کہتے ہیں کہ ہر چیز کے لیے تبیان سے مراد ہر وہ چیز جس کا کتاب سے امر ملا یا نہی وارد ہوئی۔

پانچواں قول ابن مسعود کا ہے جو پہلے چاروں آثار سے عام ہے:

عن رجل، قال: قال ابن مسعود: أنزل في هذا القرآن كل علم وكلّ شيء قد بين لنا في القرآن. ثم تلا هذه الآية

مفہوم: "کسی شخص نے ابن مسعود سے نقل کیا کہ آپ نے کہا: اس قرآن میں ہر علم اور ہر چیز بیان ہوئی ہے جو قرآن نے ہمیں بیان کر دی ہے۔ پھر ابن مسعود نے یہ آیت پڑھی۔"

جیسا کہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

وقول ابن مسعود أعم وأشمل، فإن القرآن اشتمل على كل علم نافع من خبر ما سبق وعلم ما سيأتي، وكل حلال وحرام، وما الناس إليه محتاجون في أمر دنياهم ودينهم ومعاشهم ومعادهم۔(3)

مفہوم: "ابن مسعود کا قول عام ہے کہ قرآن ہر طرح کے نفع بخش علم کو شامل ہے جو پہلے والوں کی خبر پر مشتمل ہو یا آئندہ کے علم پر، ہر حلال و حرام اور ہر اس چیز کو بھی محیط ہے جن کی جانب لوگ دنیا، دین، معاش و معاد کی خاطر احتیاج رکھتے ہیں۔"

ممکن ہے طبری اس حصے (قد بين لنا في القرآن = قرآن نے ہمارے لیے کھول کر بیان کیا) کو قرینہ مانتے ہوئے کہہ رہے ہوں کہ چونکہ قرآن نے حلال و حرام اور ثواب و عقاب کو بیان کیا ہے تو اسی جانب ابن مسعود اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ اس نے سب بیان کیا ہوا۔

نظریہ طبری کے نکات

۱۔ تبیان سے مراد بیان ہے

۲۔ بیان تفسیر و شرح کو کہتے ہیں

۳۔ قرآن تصدیق و عمل کرنے والوں کے لیے رحمت ہے

۴۔ قرآن ان مسلمانوں کے لیے بشارت ہے جو توحید کے پرچم تلے عمل کرتے اور اس پر اذعان رکھتے ہیں۔

۵۔ قرآن ہر چیز کے لیے تبیان ہے سے مراد ہر حلال و حرام اور ثواب و عقاب کے لیے بیان ہے جس کے جاننے کی لوگوں کو ضرورت پیش آتی ہے۔

حوالے

(1) جامع البیان ج17، ص278

(2) جامع البیان ج7، ص232 - 233

(3) تفسیر ابن کثیر ج4 ص 510

محمود بن عمر زمخشری (ت538ھ)

زمخشری کے نزدیک "تبیان" کا صیغہ "تلقاء" کی طرح تائے مکسورہ کے ساتھ ہے اور اس کے معنی "بلیغ بیان (واضح بیان)" کے ہیں۔

اور "تبیان" کے یہی معنی بیضاوی نے بھی رقم کیے ہیں۔(1)

اور "ہر چیز" سے مراد یہ ہے کہ قرآن تمام دینی امور کے لیے روشن بیان ہے۔

یہاں یہ سوال اٹھے گا کہ قرآن نے کس طرح تمام دینی امور کو بیان کیا ہے؟

جیسا کہ ہم نے طبری کو دیکھا جن کا ماننا تھا کہ قرآن ہر حلال و حرام اور ثواب و عقاب کے لیے شرح و تفسیر ہے مگر انہوں نے یہ وضاحت نہیں کی تھی کہ کیسے؟

لیکن اس سوال کو زمخشری ایڈریس کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

" قرآن تمام امور دین کو واضح و بلیغ انداز میں بیان کرتا ہے، بعض کو تصریح کے ساتھ تو بعض کو سنت کی جانب پلٹا کر اس کا احاطہ کرتا ہے۔

یعنی قرآن نے کئی ایک امور دین کو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے اور کئی ایک امور کو سنت کے حوالے کیا ہے اور خود ہی رسول کی اتباع و اطاعت کا حکم بھی دیا ہے۔(اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول)

اور یہ بھی کہا ہے کہ رسول وحی کے سوا اپنی طرف سے کلام نہیں کرتے (وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ

إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ)۔

پس یوں اللہ نے مختلف آیات سے سنت کو فرض کر کے سنت سے پہنچنے والے امور دین کو بھی بیان کر دیا۔

اس کے علاوہ قرآن نے اجماع کو حجت بنا کر اجماع سے پہنچنے والے احکام وامور دین کو بھی بیان کر دیا جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (سورہ نساء آیت 115)

مفہوم از محسن نجفی: اور جو شخص مومنین کا راستہ چھوڑ کر کسی اور راستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور ہم اسے جہنم میں جھلسا دیں گے جو بدترین ٹھکانا ہے۔

اور رسول اکرم اپنی امت پر راضی تھے کہ وہ صحابہ کی اتباع کریں جیسا کہ آپ ص کا ارشاد ہے:

أصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم (2)

مفہوم: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

اور صحابہ نے اجتہاد و قیاس کی راہوں کو بھی اپنایا تو لہذا رسول کی رضایت سے اجتہاد و قیاس بھی حجت ہوا۔" (3)

پس اس تمام استدلال سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن ہر چیز یعنی ہر امور دین کے لیے بیان بلیغ

ہے؛ کیونکہ

الف: کئی امور کو صراحت سے بیان کرتا ہے

ب: سنت کا حکم دے کر اس کے احکام شامل کرتا ہے

ج: اپنی آیت سے اجماع کو واجب کرتا ہے۔

د: اجتہاد و قیاس سے بھی شامل ہیں کیونکہ رسول صحابہ کی اتباع کے لیے امت پر راضی ہوئے اور صحابہ نے اجتہاد و قیاس فرمایا ہے اور قرآن سے واضح ہے کہ مومنین کے علاوہ کا راستہ رسول اکرم نہیں اپنا سکتے۔

نکات

1۔ تبیان کے معنی بلیغ بیان کے ہیں۔

2۔ قرآن ہر چیز کے لیے تبیان ہے سے مراد تمام امور دین کے لیے تبیان ہے

3۔ بعض امور دین کو قرآن نص سے تو باقی امور کو سنت، اجماع اور اجتہاد و قیاس کے ذریعے شامل ہے۔

اپنی بات

ہمیں زمخشری کی کئی ایک باتوں پر اطمینان نہیں ہے۔

اول: اجماع کو جس استدلال سے زمخشری نے شامل کیا ہے وہ قابل اطمینان نہیں ہے؛ کیونکہ (وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ) سے وہ اجماع مراد نہیں لیا جاسکتا جو کسی مکتب کے علماء، فقہاء یا چند لوگوں کا اتفاق ہو بلکہ امت من حیث امت کا اتفاق رسول سے آج تک جن امور میں ہو گا وہ یقیناً حجت قرار پائیں گے کیونکہ یہ تاریخی مسلمہ و علمی ذریعہ ہے چاہے یہ آیت ہو یا نہ ہو تب بھی یہ اتفاق حجت ہوتا مگر زمخشری جس اجماع کو شامل کر رہے ہیں وہ چیز دیگر ہے۔

دوم: اجتہاد و قیاس کو شامل کرنا

زمخشری کے استدلال میں دو کمزوریاں ہیں:

پہلی کمزوری یہ ہے کہ جس حدیث کو انہوں نے پیش کیا ہے وہ قابل استدلال ہی نہیں ہے؛ کیونکہ بعض نے اسے موضوع اور گھڑی ہوئی حدیث کہا ہے(4) اور کئی ایک محدثین نے اسے ضعیف گردانا ہے۔(5)

دوسری کمزوری یہ ہے کہ اگر مان لیا جائے کہ رسول اکرم امت پر راضی ہیں کہ امت صحابہ کی اتباع کرے اور ہم جانتے ہیں کہ صحابہ نے اجتہاد و قیاس کو روا رکھا ہے تو بھی اس سے اجتہاد و قیاس کے ماحصل حجت قرار پائیں گے خود اجتہاد و قیاس کیسے حجت قرار پائے گا اور ہر

مجتہد کے اجتہاد و قیاس کیونکر قرآن کے تبیان میں شامل کیا جاسکتا ہے؟

سوم: زمخشری نے اس بات کی کوئی دلیل پیش نہیں کی کہ کس طرح قرآن ہر چیز سے مراد محض امور دین لے رہا ہے۔

حوالے

(1) تفسيرالبيضاوي ج3 ص237

(2) أخرجه الدارقطني في المؤتلف والمختلف

(3) الكشاف ج2 ص628

(4) البحر المحيط ج6 ص 582، الاحکام فی اصول الاحکام ج6 ص83

(5) البدر المنير ج9 ص587، سلسلة الضعيفة رقم الحديث 58، ج1 ص144

فخر الدین رازی(ت606ھ)

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ تِبْيَٰنًا لِّكُلِّ شَىْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ (سورہ نحل آیت89)

مفہوم: ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہر چیز کے لیے "تبیان"، ہدایت، رحمت اور بشارت بنا کر مسلمانوں کے لیے۔

فخر الدین رازی اس جزء پر تین پہلوؤں سے بات کرتے ہیں۔

اول: اس جزء کا آیت کی ابتدائی حصے (وجِئْنا بِكَ شَهِيدًا عَلى هَؤُلاءِ = ہم آپ کو اس امت پر گواہ بنا کر لائیں گے) سے کیا تعلق ہے؟

دراصل اللہ نے بتایا کہ قرآن نے ان کے ہر مرض و بیماری کو ختم کر دیا سو اب ان کے پاس کوئی عذر و حجت نہیں۔

دوم: جو علماء قائل ہیں کہ قرآن ہر چیز کے لیے "تبیان" ہے تو علوم دو طرح کے ہیں

یا تو دینی علوم ہیں یا غیر دینی۔

قرآن کا ان علوم سے کوئی تعلق نہیں جو دینی نہیں ہیں؛ کیونکہ قرآن اپنے مشمولات کی تعریف اسی بنا پر کرتا ہے کہ وہ علوم دین پر مشتمل ہیں۔

اب یہ علوم دین دو طرح کے ہیں:

ایک وہ جن کا تعلق اصول سے ہے

دوسرے وہ جن کا تعلق فروع سے ہے۔

اور قرآن میں تمام دینی علوم کی اساس واصل موجود ہے اور فروع کے حوالے سے اصل برائت ہے البتہ خود قرآن کی کسی فرع کی تفصیل بیان کر دے۔

پس قرآن میں اگر کسی چیز کا حکم آگیا تو وہ آگیا ورنہ پھر اس متعلق برائت جاری کے ذمہ داری مرتفع مانی جائے گی اور اس سے قیاس بھی باطل ہو گیا۔

اس کے علاوہ فقہاء ہیں جن کا ماننا ہے کہ قرآن ہر چیز کے لیے تبیان ہے اور خبر واحد، اجماع اور قیاس سے ثابت شدہ امر بھی در حقیقت قرآن ہی کے ذریعہ سے ثابت شدہ ہو گا کیونکہ ان چیزوں کی حجت قرآن سے ثابت ہے۔(1)

فخر الدین رازی قیاس کو مطلق نہیں مانتے بلکہ ان کا ماننا ہے کہ قرآن کے عموم کو قیاس سے تخصیص نہیں دی جاسکتی؛ کیونکہ سورہ اعراف آیت 3 (ٱتَّبِعُواْ مَآ أُنزِلَ إِلَيۡكُم مِّن رَّبِّكُمۡ وَلَا تَتَّبِعُواْ مِن دُونِهِۦٓ أَوۡلِيَآءَۗ قَلِيلٗا مَّا تَذَكَّرُونَ) کہہ رہی ہے اللہ کی جانب سے نازل کردہ کی اتباع کی جائے اور اس کے علاوہ کی نہیں تو عموم اللہ کا نازل کردہ ہے لہذا اس کی اتباع کی جائے گی۔

قیاس اس صورت حجت نہیں ہے جہاں وہ ابتدائی حکم ثابت کرے بلکہ ثابت شدہ حکم کے واسطہ سے کوئی حکم ثابت ہو تو قیاس حجت ہے۔(2)

سوم: تبیان صیغہ کیا ہے؟

اس تیسرے مسئلے میں فخر الدین رازی مختلف اقوال نقل کرتے ہیں۔

واحدی نے زجاج کی نسبت سے کہا ہے کہ زجاج کا کہنا ہے کہ "تِبیان" بیان کا اسم ہے اور یہ تِلقاء کی طرح ہے۔

ثعلب نے کوفیوں اور مبرد نے بصریوں سے نقل کیا ہے کہ تفعال (بکسرہ تاء) سے کوئی بھی مصدر نہیں آتا سوائے دو لفظوں کے جو اس وزن پر مصدر آتے ہیں وہ ہیں: تبیان اور تلقاء۔
اگر ان دو لفظوں کو چھوڑ دیا جائے تو پھر ہر مصدر کو (تفعال بفتح تاء کے وزن پر) تکرار، تذکار وغیرھا کہا جائے گا اور ہر اسم کو (تفعال بکسرہ تاء) کے وزن پر تمثال وغیرھا کہا جائے گا۔(3)

نکات

1۔ قرآن ہر امور دین کو بیان کرتا ہے۔

2۔ یہ آیت بیان کر کے بتا دیا گیا کہ کس طرح رسول گواہ قرار پائیں گے

3۔ قیاس قرآن کے عموم کو تخصیص نہیں دے سکتا

4۔ دوسرے نکتہ سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن ہر چیز کے لیے تبیان کہہ کر محض دینی امور

مراد کیسے لے رہا ہے۔

اپنی بات

ابھی ہم اس صدد میں نہیں ہیں کہ کیا اجماع، خبر واحد اور قیاس کی حجت قرآن سے ثابت ہے کہ نہیں۔

البتہ جو قیاس کے حق میں دلائل فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کے مختلف حصوں میں دیے ہیں وہ قابل اطمینان نہیں ہیں اس پر تفصیلی گفتگو ان کے مبحث میں ہی ممکن ہے۔

حوالے

(1) مفاتیح الغیب ج20 ص258

(2) تفسیر الرازی ج14 ص197

(3) مفاتیح الغیب ج20 ص258

ابن عاشور (ت1393ھ)

ہم نکات کی صورت ابن عاشور کے نظریے کو سمجھتے ہیں۔

1۔ آیت کا یہ حصہ اپنے ما قبل (جئنا بک شهیدا = ہم آپ کو گواہ بنالائے) پر عطف ہے یعنی ہم نے آپ کو مشرکین پر گواہ بنا کر بھیجا اور آپ پر قرآن نازل کیا تا کہ مسلمان اس سے نفع حاصل کریں۔

پس رسولِ خدا جھٹلانے والوں پر گواہ (شہید) ہیں اور مومنین کے لیے سیدھا راستہ دکھانے والے (مرشد) ہیں۔

2۔ "تبیانا" مفعول لأجله ہے۔ اور یہ صیغے میں مصدر ہے اور اس میں مبالغہ ہے اور پھر اس کے تاء کو زیر دے کر اسم فاعل کا ارادہ کیا گیا ہے جس میں مزید مبالغہ آگیا ہے جس کے معنی کھول کر بیان کرنے کے ہوئے۔

3۔ " قرآن ہر چیز کے لیے بیان ہے" اس میں ہر چیز اپنے عموم کا فائدہ دے رہا ہے مگر یہ عرفی عمومیت ہے جس میں ادیان وشرائع سے متعلقہ امور ہی شامل ہوں گے: جیسے نفوس کی اصلاح، اخلاق کو کامل بنانا، اجتماعی امور کو تقویت دینا، حقوق بیان کرنا اور ہر وہ چیز کرنا جس پر رسول کی دعوت متوقف ہو جیسے وحدانیت وصداقتِ رسول پر استدلال کرنا اور ایسے ہی علمی و کائناتی حقائق بیان کرنا، امتوں کے احوال ذکر کرنا، ان کی کامیابی وناکامی کے اسباب بتانا، تاریخی شواہد سے انہی امت کے آثار سے وعظ کرنا اور ان کے رہن سہن کے قوانین وغیرھا

بتانا۔

اور قرآن ان تمام علوم و معارف کے نکات و اصول بیان کر دیتا ہے جس سے یہ عموم محض عرفی نہیں رہتا بلکہ حقیقی عموم بن جاتا ہے؛ کیونکہ اس نے خود کئی امور بیان کیے اور کچھ کو رسول کی شرح سے بیان کروایا اور باقی صحابہ اور امت کے علماء سے بیان ہوا۔

پھر تخویف و ترغیب دلاتا ہے جب اطاعت گزاروں کا وصف لاتا ہے یا منہ موڑنے والے کی بات کرتا ہے اور جب عالم غیب اور اخروی حیات کا وصف لاتا ہے۔

ان تمام چیزوں میں دیکھنے والے کے لیے ہر چیز کا بیان ہے اور یوں بصیرت کی عینک سے عرفی عموم تاویل ہو کر اپنے ضمن و لوازم میں حقیقی عموم بن جاتا ہے۔ جو در حقیقت معجزہ ہے۔

4۔ جب "تبیان" میں ہر چیز شامل ہو گئی تو پھر قرآن کو ہدایت (ھدی)، رحمت (رحمة) اور بشارت (بشری) کہنے کی کیا ضرورت تھی؟

در حقیقت ان کا خصوصی ذکر ان کی اہمیت کی وجہ سے کیا گیا ہے۔

یعنی ہدایت (ھدی) تبیان ہی سے ہے لیکن وہ پلٹتی ہے عقائد، سمجھ بوجھ کی تقویت اور گمراہی سے نکالنے کی جانب۔

اور رحمت (رحمة) دنیاوی و اخروی سعادت کی جانب پلٹتی ہے جبکہ یہ بھی تبیان ہی میں سے ہے۔

اور بشارت (بشریٰ) کا مرجع دنیاوی و اخروی حیات کا عہد و وعدہ ہے۔

5۔ قرآن کا تبیان، ہدایت، رحمت اور بشارت ہونا صرف مسلمانوں کے لیے ہے کیونکہ جنہوں نے قرآن سے منہ موڑا انہوں نے ان نفع بخش چیزوں سے خود کو محروم رکھنے کا فیصلہ کیا۔

6۔ (للمسلمین) کا لام تعلیل و علت کا لام ہے اسی وجہ سے ہم نے مفہوم میں (مسلمانوں کی وجہ سے) لکھا ہے۔

اور یہ علت تبیان، ہدایت، رحمت اور بشارت سے تعلق رکھتی ہے۔(1)

اپنی بات

الف: ہمیں تیسرے نکتہ میں یہ الجھن ہے کہ کس طرح صحابہ اور امت کے علماء کے فہم و آراء اور اسلامی نظریات کو ہم قرآن کے اس بیان سے منتھی کر سکتے ہیں کہ قرآن ہر چیز کے لیے تبیان ہے کیونکہ صحابہ اور اس کے بعد علماء نے استنباط و اجتہاد سے دین بیان کیا جس کے خطا و صواب پر بات ہو سکتی اور ان کا استنباط و اجتہاد کیونکر قرآن کے بیان کے برابر و مساوی قرار دیا جا سکتا!

ب: پانچویں نکتے میں یہ مشکل ہے کہ قرآن محض مسلمانوں کے لیے "تبیان" کیسے قرار پا

سکتا۔؟

ج: "قرآن ہر چیز کے لیے تبیان ہے" اس سے عرفی عموم کی کوئی دلیل نہیں بیان کی۔ غالبا پورے قرآن کا مواد سامنے رکھ کر یہ سمجھا گیا ہو گا۔

حوالہ

(1) التحرير و التنوير ج14 ص 252 تا 254

نوٹ: آیات کا مفہوم اردو میں ابن عاشور کے نظریہ مطابق ڈھالا گیا ہے۔

زیدیہ

حاکم جشمی(ت494ھ)

حاکم جشمی سب سے پہلے بتاتے ہیں کہ تبیین اور تبیان میں معنی کے لحاظ سے سرِ مو کوئی فرق نہیں جیسے(کررت تکرار و تکریرا) کہا جاتا ہے اسی طرح یہ دونوں بھی باب تفعیل کا مصدر ہیں۔

اس کے بعد آپ بتاتے ہیں کہ (ھدی) اور(رحمۃ) دونوں قرآن میں حال کی بنا پر منصوب آئے یعنی آپ پر کتاب نازل کی ہدایت ورحمت بنا کر۔

یہاں ہم شان نزول کو چھوڑ رہے ہیں کیونکہ آپ نے (قیل = کہا گیا) کہہ کر اسے بیان کیا ہے اور اپنی ترجیح کا ذکر نہیں کیا۔

آپ کی تفسیر میں ایک روش رہی ہے کہ آیات کے باہمی تعلق وربط پر ضرور بات کرتے ہیں تو یہاں بھی سوال اٹھاتے ہیں کہ(وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ = ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہر چیز لیے تبیان بنا کر) کا آیت کے ابتدائی حصہ (وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ۔۔الخ = اس روز ہم ہر امت میں انہی میں سے ایک گواہ ان پر اٹھائیں گے۔۔الخ) سے کیا ربط ہے؟

اس کا جواب دیتے ہیں کہ: ہر رسول اپنی امت پر گواہ ہوگا تو یہ اس کی ذمہ داری کو واضح کرتا

ہے اور ساتھ میں ان کے مرض کو دور کرنے کی طرف اشارہ کرتا ہے پس اب وہ اپنی ہی وجہ سے اپنے کیے کے جوابدہ ہوں گے۔

چوتھا نکتہ یہ کہ (نزّلنا = ہم نے نازل کیا) کہہ کر اللہ نے بتادیا کہ قرآن حادث ہے قدیم نہیں۔

اور یہ بھی مکمل صراحت سے معلوم ہوا کہ قرآن بیان، ہدایت اور رحمت ہے۔

اب یہ سوال کہ قرآن ہر چیز کے لیے بیان کیسے ہوا؟

جواب: دراصل یہاں مراد امور دین ہیں یعنی قرآن تمام امور دین کے لیے بیان و تبیان ہے۔

وہ اس طرح کہ کئی امور صراحت سے مذکور ہیں مگر کئی امور دین کو رسول نے بیان کیا ہے اور رسول کی بات ہم اس لیے مانتے کہ آپ صادق ہیں اور اس لیے بھی کہ خود قرآن میں ہے کہ: وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ (سورہ حشر آیت7) یعنی رسول جو کچھ تمہیں دیں اسے تھام لو۔

اس کے علاوہ امت کا اجماع بھی حجت ہے کیونکہ اس کی صحت قرآن سے ثابت ہے۔

رہا قیاس واجتہاد تو وہ بھی قرآن، سنت اور اجماع سے ثابت ہے۔

پس دینی امور وعلوم کی بنیادیں اور مفتاحیں یہی قرآن، سنت، اجماع، قیاس اور اجتہاد ہیں اور قرآن نے دیگر تمام کو بیان کیا ہے سو وہ ہر امر دین کے لیے بیان و تبیان قرار پایا۔(1)

نکات

۱۔ تبیان و تبیین ہم معنی ہیں جیسے تکرار و تکریر

۲۔ ھدی اور رحمۃ حال کی بنا پر منصوب ہیں

۳۔ نزلنا کا حصہ ما قبل سے مربوط ہے جس کی تفصیل اوپر بیان ہوئی

۴۔ نزلنا سے اللہ نے قرآن کے حادث ہونے کا بتایا

۵۔ قرآن تمام امور دین کے لیے بیان ہے۔

۶۔ تمام امور دین کا بیان یوں ہے کہ کچھ چیزیں خود صراحت سے بیان کی ہیں باقی سنت، اجماع اور اجتہاد و قیاس کی صحت کو بھی قرآن نے ثابت کیا ہے۔

اپنی بات

الف: قرآن ہر چیز کے لیے تبیان ہے سے مراد محض امور دین کی دلیل حاکم جشمی نے نہیں دی۔

ب: بیان و تبیان کے فرق کو بیان نہیں کیا۔

ج: کس طرح قرآن نے قیاس واجتہاد پر صحت کا حکم لگایا ہے یہ بیان نہیں کیا۔

اور کیا قرآن وسنت میں بیان کردہ حکم اس کے مساوی ہے جو قیاس واجتہاد سے اخذ ہوتا ہے؟

اگر نہیں تو عدم تساوی کی وجہ کیا ہوگی؟

حوالہ

(1) التهذيب في التفسير ج6 ص4094 تا 4099

بدر الدین حوثی(ت1431ھ)

آج اس آیت کے متعلق ایک اور زیدیہ مسلک کے جید عالم و مفسر بدر الدین حوثی کی رائے کو نکات کی صورت سمجھیں گے۔

1۔"تبیانا" حال یا مفعول مطلق کی بنا پر منصوب ہے اور اس کے معنی بیان کرنے کے ہیں جیسا کہ ہمیں ان کی توضیح سے سمجھ آیا۔

جبکہ محمد بن عبد اللہ عوض "تبیانا" کو مفعول لہ کی بنا پر منصوب مانتے ہیں۔

اور نہ جانے کیوں بدر الدین حوثی نے بیان و تبیان کے فرق ہونے نہ ہونے پر بات نہیں کی۔

2۔ ہر چیز سے مراد ہے دین، دین کے اصول، بشارت و انذار اور جو اس متعلق قصے اور حجج ہیں۔

یہاں لفظ تو عموم ہے کہ "ہر چیز کے لیے تبیان ہے" ہے مگر قرائن و سیاق کی مدد سے واضح ہوتا ہے کہ یہاں مراد دینی امور ہیں۔

جیسا کہ سورہ نمل آیت 23 میں ہے:

وَأُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شيء یعنی ملکہ سبا کو ہر چیز دی گئی ہے۔

اب ہدہد کا حضرت سلیمان کو یہ کہنا کہ ملکہ سبا کو ہر چیز دی گئی ہے سے مراد اس کی بادشاہت

کے لوازم ہیں جیسے دولت، ہتھیار، فوج اور مضبوط ریاست وغیرھا۔

پس دونوں میں عموم کا اسلوب ہے لیکن سیاق و قرائن سے اصل مراد واضح ہو جاتی ہے۔

3۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے پاس چار دلائل: قرآن، سنت، اجماع اور قیاس ہیں؛ کیونکہ اللہ نے کتاب کے وصف کے طور پر نہیں کہا کہ وہ تبیان ہے بلکہ کتاب کی مدح اور اس کے عظیم فائدے کی بنا پر کہا ہے کہ کتاب ہر چیز کے لیے "تبیان" ہے۔

دراصل قرآن ہی دین و دینی امور کا ماخذ و سورس ہے لیکن ہمارا فہم ہی کم ہے جو اس کی گہرائی تک کبھی پہنچ پاتا اور کبھی منزل کی رسائی سے دور رہتا ہے ورنہ وہ تو مثل دریا جاری تھا اور جاری رہے گا۔

جیسے کبھی کبھی ایک آیت کو دوسری آیت سے ملا کر نیا حکم سامنے آتا ہے۔

بطورِ مثال مدت حمل کا حکم لیجیے کہ آخر حمل کی کم از کم مدت کتنی ہو گی؟ اس کا جواب ہمیں قرآن ہی سے ملتا ہے مگر تب جب ہم دو مختلف آیات کو جوڑ کر دیکھتے ہیں۔ (یہ حضرت علی کی روایت سے ماخوذ ہے)

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ (سورہ بقرہ آیت233)

مفہوم: مائیں اپنی اولاد کو دو سال مکمل دودھ پلائیں۔

اور ایک جگہ فرمایا:

وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا (سورہ احقاف آیت15)

مفہوم از محسن نجفی: اس (ماں) کے حمل اور دودھ چھڑانے میں تیس ماہ لگ جاتے ہیں۔

جب حمل و رضاعت کا کل دورانیہ تیس ماہ ہوا اور دودھ پلانے کا دو سال یعنی چوبیس ماہ تو پھر کم از کم حمل کی مدت چھ ماہ قرار پاتی ہے۔

پس دیگر ادلہ بھی قرآن ہی سے ماخوذ و مستنبط ہیں۔

4۔ قرآن تبیان، ہدایت، رحمت اور بشارت ہے مگر اس متعلق دو قول ہیں کہ کیا قرآن سب کے لیے تبیان، ہدایت اور رحمت ہے مگر بشارت صرف مسلمانوں کے لیے ہے؟ یا پھر قرآن کے یہ تمام اوصاف محض مسلمانوں کے لیے ہیں؟

بدرالدین حوثی کہتے ہیں کہ میں دوسرے احتمال کو ترجیح دیتا ہوں کہ یہ تمام اوصاف صرف مسلمانوں کے لیے ہیں۔

5۔ مسلمانوں سے مراد وہ لوگ جو اپنا سر خدا کے حضور خم کرتے، اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کرتے اور شرک سے خود کو بچاتے ہیں۔

6۔ ہمارے (زیدیہ) نزدیک دین کے کل دلائل یہ ہیں:

قرآن، سنت نبوی، قول امیر المومنین علی بن ابی طالب، اجماع اہل بیت رسول، امت کا اجماع اور کسی بھی دلیل میں حکم کی علت بیان کرنا (گویا قیاس)۔[1]

حوالہ

(1) التیسیر فی التفسیر ج4 ص 227 تا 231

امامیہ

علامہ طبرسی (ت548ھ)

اہل سنت وزیدیہ کے چند نمایاں مفسرین کے بعد آج ہم امامیہ کے جید عالم فضل بن حسن طبرسی کی رائے کا مطالعہ کریں گے کہ وہ سورہ نحل کی آیت 89 کے متعلق کیازاویہ فراہم کرتے ہیں۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ (سورہ نحل آیت89)

مفہوم: "ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہر چیز کے لیے تبیان، ہدایت، رحمت بنا کر اور بشارت بنا کر مسلمانوں کے لیے۔" (1)

آپ اس جزءِ آیت کو کیسے دیکھتے ہیں یہ ہم نکات کی صورت واضح کریں گے۔

1۔ بیان و تبیان ہم معنی ہیں۔

2۔ تبیان و تبیین باب تفعیل (بیّنت) کا مصدر ہیں جیسا کہ ازھری نے کہا ہے۔

3۔ قرآن ہر چیز کے لیے بیان ہے یعنی ہر وہ امور شرع و دین جس کی جانب انسانوں کو احتیاج ہے اس کا بیان قرآن میں موجود ہے:

الف: یا تو صراحت و نص کے ساتھ اس کا ذکر ہے

ب: یا پھر دیگر ادلہ کی بنیاد ہمیں فراہم کی گئی ہے جیسے نبی اکرم ص کا فرمان، نبی کے قائم مقام حجتوں کا بیان و قول اور امت کا اجماع۔

یہ سب دلائل بھی قرآن ہی سے ہمیں ملتے ہیں۔

4۔ قرآن ہدایت ہے یعنی رشد و ہدایت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

5۔ قرآن رحمت ہے یعنی مخلوق پر اللہ کی نعمت ہے کہ اس میں شرائع واحکام کا بیان موجود ہے اور اس لیے بھی کہ یہ قرآن آخرت کی نعمت کی طرف لے جاتا ہے۔

6۔ قرآن مسلمانوں کے لیے بشارت ہے جو انہیں دائمی ثواب اور نعیمِ مقیم کی خوشخبری دیتا ہے۔

7۔ سوال:

آیت کے اس حصے (وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ تِبْيَٰنًا لِّكُلِّ شَىْءٍ = اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہر چیز کے لیے تبیان بنا کر) کا پہلے والے حصے (مفہوم: کہ ہم قیامت کے روز انبیاء کو ان کی امتوں پر گواہ بنا کر لائیں گے) سے کیا ربط و تعلق ہے؟

ان دونوں حصوں کا آپس میں یہ ربط ہے کہ اللہ نے پہلے والے حصے سے بتایا کہ انبیاء گواہ ہوں گے تو اس کا مطلب ان کی امت پر ذمہ داریاں ہیں اور پھر کتاب میں ہر چیز بیان کر دی اس

جانب اشارہ ہے کہ اب ان کے پاس کوئی عذر و حجت نہیں اور ذمہ داری کے حوالے سے ان کے کسی بھی بہانے کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔(2)

حوالہ

(1) ہم نے مفہوم میں "حال" کا ترجمہ کیا ہے جبکہ شیخ طبرسی اس متعلق کوئی صراحت نہیں دیتے کہ وہ تبیان، ھدی، رحمة اور بشری کو حال سمجھتے ہیں یا کچھ اور۔

(2) البیان ج6 ص 585 تا 587

فیض کاشانی(ت1091ھ)

تفسیر قمی میں ہے کہ: سورہ نحل کی آیت 89 میں "ان (ھولاء)" سے مراد ائمہ ہیں یعنی رسول اماموں پر گواہ ہیں اور ائمہ لوگوں پر گواہ ہیں۔(1)

اور مصنف یعنی فیض کاشانی اس کو قبول کرتے ہیں اور اس بات پر مکمل کلام انہوں نے سورہ بقرہ و سورہ نساء میں کیا ہے جس کی تفصیل ہم یہاں ترک کر رہے ہیں۔

اور اس کے قریب قریب دکتور طہرانی کی رائے بھی ہے جسے ان کی تفسیر الفرقان میں اس آیت کے ذیل میں دیکھا جاسکتا ہے۔

اس کے بعد فیض کاشانی تبیان کے معنی "بیان بلیغ یعنی واضح بیان کرنا" بتاتے ہیں۔

اب آیت کا آخری حصہ کہ قرآن ہر چیز کے لیے تبیان ہے سے کیا مراد ہے؟

اس کے لیے وہ درج ذیل روایات لائے ہیں: (2)

عیاشی نے امام صادق سے نقل کیا ہے کہ

بخدا! ہم جانتے ہیں جو کچھ زمین، آسمانوں، جنت اور جہنم میں ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔

پھر آپ ع نے فرمایا: یہ بات قرآن میں ہے اور آپ نے درج بالا آیت کی تلاوت فرمائی۔(3)

الکافی میں امام صادق سے روایت ہے کہ:

میں جانتا ہوں جو کچھ زمین، آسمانوں، جنت اور جہنم میں ہے اور جو ہو گیا اور جو ابھی ہونا ہے۔ پھر آپ کچھ دیر خاموش ہوئے تو دیکھا کہ یہ چیز لوگوں پر گراں گزر رہی ہے تو آپ ع نے فرمایا:

میں یہ سب کچھ اللہ کی کتاب (قرآن) کے ذریعہ سے جانتا ہوں کہ اللہ نے کہا ہے: قرآن ہر چیز کے لیے تبیان ہے۔(4)

کافی میں ایک اور روایت امام صادق ع سے مروی ہے کہ:

بے شک اللہ نے قرآن میں ہر چیز کا "تبیان" نازل کیا ہے یہاں تک کہ اللہ نے کسی ایسی چیز کو نہیں چھوڑا جس کی احتیاج اس کے عباد (بندوں) کو ہو اور کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ کاش یہ چیز قرآن میں نازل ہوئی ہوتی مگر یہ کہ وہ پہلے سے ہی نازل ہو چکی ہو گی۔(5)

حوالے

(1) تفسير القمي ج1 ص 388

(2) تفسير الصافي ج4 ص 346 اور تفسیر کی ابتدا میں ساتواں مقدمہ

(3) تفسير العياشي ج2 ص 266 (فیض کاشانی نے مفہوم بیان کیا ہے ورنہ عیاشی میں امام کے ٹھہر کر حماد کو دیکھنے اور اسے مخاطب کرنے کا ذکر موجود ہے۔)

(4) الکافی ج1 ص 261 ح2

(5) الکافی ج1 ص 59 ح1

محمد حسین طباطبائی (ت1402ھ)

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ ۖ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ۚ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ۔ (سورہ نحل آیت89)

مفہوم: "اور اس روز ہم ہر امت میں ان میں سے انہی پر گواہ کو اٹھائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ بنا کر لائیں گے اور ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے ہر چیز کے لیے تبیان بنا کر، رحمت، ہدایت اور بشارت بنا کر مسلمانوں کے لیے۔"

1۔ سب سے پہلے علامہ طباطبائی بتاتے ہیں کہ یہاں آیت کا پہلا حصہ کہ ہر امت میں سے ایک گواہ کو اٹھایا جائے گا یہ توطئہ و تمہید ہے بعد والے حصے (اے محمد آپ کو ہم ان پر گواہ بنا کر لائیں گے) کے لیے۔

2۔ انبیاء کو یوں اٹھانا (بعث) گواہی و شہادت کے لیے ہے یہ بعث (اٹھانا) حساب و کتاب کے لیے نہیں ہے۔

3۔ اور انبیاء کا یہ بعث (اٹھانا) اس حساب کے بعث کے بعد ہو گا

4۔ یہاں گواہی سے مراد حقیقی شہادت و گواہی ہے تا کہ وہ لوگوں پر حجت بن سکے پس نبیوں (یعنی گواہوں) کا معصوم ہونا ضروری ہے اور مشاہدہ یا حضور بھی ضروری ہے جیسا کہ حضرت

عیسی کا قرآن میں کلام ہے کہ میں جب تک ان میں موجود تھا تو گواہ تھا میرے بعد اب تو ہی جانتا ہے۔

5۔ نبی اکرم محض اس وقت کے لوگوں پر گواہ نہیں ہیں بلکہ اپنے عصر سے لے کر قیامت تک آنے والوں کے گواہ ہیں۔

6۔ نبی اپنے بعد والوں پر بالواسطہ گواہ ہیں اور وہ یوں کہ نبی کے بعد جو لوگوں پر گواہ (شہداء) ہوں گے نبی ان پر گواہ ہیں۔

7۔ تبیان و بیان ایک ہی معنی رکھتے ہیں (کما قیل)

8۔ قرآن کے بارے میں ہم جانتے ہیں کہ وہ لوگوں کے لیے ہدایت کی کتاب ہے تو "ہر چیز" سے مراد ہر امرِ ہدایت جس کی لوگوں کو ہدایت کے لیے ضرورت ہے اس کا بیان قرآن میں موجود ہے جیسے معارف (مبدا و معاد)، اخلاق فاضلہ، الٰہی شرائع، قصے اور مواعظ کی ضرورت و احتیاج کا ہونا۔ پس قرآن ان کے لیے تبیان و بیان ہے۔

9۔ قرآن ہدایت، رحمت اور بشارت ہے مسلمانوں کے لیے جس کا مطلب ہے کہ وہ مسلمانوں کو صراطِ مستقیم (سیدھی راہ) کی ہدایت دیتا ہے اور وہ اللہ کی طرف سے رحمت ہے کہ ان کے عمل میں دنیا و آخرت کی بھلائی (خیر) ہے اور عمل کے نتیجے میں اللہ کی رضا و ثواب تک پہنچتا ہے اور قرآن ان کو مغفرت، رضائے خدا اور جنت کی بشارت دیتا ہے۔

10۔ اگر ہم ظاہری معنی کو چھوڑ کر اور دلالت لفظیہ سے قطع نظر ہو کر روایات کو دیکھیں تو وہ کہتی ہیں کہ قرآن میں محض امورِ ہدایت نہیں بلکہ گزرے ہوئے اور قیامت تک آنے والی چیزوں کا بھی ذکر ہے۔

اگر یہ روایات درست ہیں تو پھر قرآن ہر چیز کے لیے تبیان ہو گا اور شاید یہ لفظوں سے نہیں بلکہ اشارات سے وہ اسرار سموئے ہوئے ہو۔

11۔ یہ سب معانی اس صورت میں اخذ کیے گئے ہیں جب ہم نے اس حصے (وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا) کو پہلے والے حصے سے جداگانہ دیکھا ہے۔

لیکن اگر ہم اس حصے کو حال مانیں یعنی ہم کہیں کہ پہلے والا حصہ (ہم آپ ص کو ان ہر گواہ بنا کر لائیں گے) تمہید ہے بعد والے حصے کے لیے تو پھر یہ مفہوم اخذ ہوتا ہے کہ اللہ نے کتاب سے ان پر حجت تمام کی اور ان کو کوئی عذر نہیں دیا گویا رسول ص کے گواہ ہونے کی تعلیل آ گئی۔

اور اس کی تائید ان آیات سے بھی ہوتی ہے جہاں کہا گیا ہے کہ "کتاب" نے گواہی دینی ہے اور اس سے مراد لوح محفوظ وغیرہ ہے۔(1)

حوالہ

(1) الميزان في تفسير القرآن ج12 ص 376 تا 383

اضافہ

سید کمال حیدری (حیات)

ہم نے آغازِ مبحث میں کہا تھا کہ ہم چند ایک نمایاں مفسرین کو دیکھیں گے کہ وہ قرآن کے "تبیان" ہونے کو کیسے بیان کرتے ہیں۔

اس سلسلے میں ہم نے اہل سنت کے چار، زیدیہ کے دو اور امامیہ کے تین جید و نمایاں مفسرین کی آراء و نظریات کو سمجھنے کی سعی کی۔

ہم نے تبھی کہہ دیا تھا کہ اگر اس سلسلے میں کسی نے کوئی نئ بات یا نیازاویہ فراہم کیا ہو گا تو اسے ہم ضرور پیش کریں گے سو ہمارے ناقص تتبع کی حد تک سید کمال حیدری وہ عالم ہیں جنہوں نے ایک نیازاویہ فراہم کیا ہے اور نئ اصطلاحیں بھی وضع کی ہیں۔

آگے بڑھنے سے پہلے واضح رہے کہ سید کے درج ذیل نظریے کی بنیادیں اور تصورات ہمیں پہلے بھی ملتے ہیں مگر یوں استدلال اور اس مکمل زاویے سے سید کمال حیدری ہی نے سبقت حاصل کی ہے۔

وہ سورہ نحل آیت 89 پر گفتگو نہیں کر رہے اس لیے اس پوری آیت پر ان کی رائے ہمارے سامنے نہیں اور درج ذیل آیات کا ترجمہ بھی باریک بینی سے ان کی رائے کو آشکار نہیں کرتا مگر آیات کے مفہوم سے ان کا اصل مدعا واضح ہو جاتا ہے تاہم وہ مرکزی بحث ان کے یہاں

پائی جاتی ہے جسے ہم پہلے نو حصوں میں بیان کر آئے ہیں۔

____۔

قرآن کا بیان، تبیان اور تبیین ہونا

سب سے پہلے آپ یہ بتاتے ہیں کہ قرآن تین حصوں میں منقسم ہے اور اس تقسیم پر خود قرآن ہی دال ہے۔

قرآن کا بیان ہونا:

هَـٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ (سورہ آل عمران آیت138)

مفہوم: یہ لوگوں کے لیے بیان اور ہدایت ہے اور موعظہ ہے متقین کے لیے۔

قرآن کا تبیان ہونا:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ۔(سورہ نحل آیت89)

مفہوم: اور ہم نے آپ پر کتاب (قرآن) نازل کی ہر چیز کے لیے تبیان بنا کر، ہدایت، رحمت اور بشارت بنا کر، مسلمانوں کے لیے۔

قرآن کا تبیین ہونا:

وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (سورہ نحل آیت44)

مفہوم: اور ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن) کو بھیجا تاکہ آپ لوگوں کو ہر وہ چیز "تبیین" کرے جو ان کی طرف بھیجی گئی ہے اور شاید وہ غور کریں۔

ان تینوں میں فرق وافتراق

سب سے پہلے یہ واضح ہونا چاہیے کہ قرآن کا بیان ہونا عام ہے اور اس سے مراد ہے ہر وہ واضح چیز سے جس کا بتانا درست ہو اور اس کا اسلوب عام لوگوں سے مخاطب ہونے کا ہوتا ہے؛ اسی لیے کہا کہ قرآن لوگوں (ناس) کے لیے "بیان" ہے۔

پس قرآن کے اس حصے کو تفسیر و مفسر کی ضرورت نہیں ہے۔

رہا "تبیان" ہونا تو اس سے مراد ہے کہ مخاطب کی جہت کو ملحوظ رکھ کر خطاب کرنا۔

پس یہ عام لوگوں سے مخاطبت کے اسلوب کا حامل نہیں ہوتا۔

اسی لیے قرآن نے نبی ص سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آپ پر کتاب نازل کی "تبیان" بنا کر اور لوگوں کا ذکر وغیرہ نہیں کیا۔

پس ایک خاص مستوی و درجہ کے مخاطب ہی تبیان کے مخاطبین قرار پائیں گے جیسے انبیاء و ائمہ ع۔

مزید قرآن کا "تبیین" ہونا عام ہے یعنی اس کا تعلق خاص مخاطبین سے بھی ہے اور عام عوام سے بھی البتہ "تبیین" رسول اکرم کی تبلیغِ الٰہی کا اولین فریضہ ہے۔

پس ہم رسول اکرم پر اعتماد کرتے ہیں کہ وہ اس وظیفہ کو ہم تک پہنچا رہے ہیں اسی لیے وہ مختلف امور کو ہمارے لیے "تبیین" کرتے ہیں۔

سوال: قرآن ہر چیز کے لیے تبیان کیسے ہے؟

جواب: ہم جانتے ہیں کہ قرآن ہر چیز کے لیے تفصیلی نہیں بلکہ اپنے اندر اجمالی بیان رکھتا ہے اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ ہر تکلیفی و وضعی شرعی ذمہ داریاں قرآن میں بطورِ ظاہر بیان نہیں ہوئیں مگر ہم بتا آئے ہیں کہ مبیِّن کا تعلق جن خاص مخاطبین سے ہے وہ اس تک رسائی حاصل کیے ہوتے ہیں اور اس جہت میں قرآن ہر چیز کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، اسی لیے وہ اپنے فریضہ نبھاتے ہوئے ہمارے لیے "تبیین" کرتے ہیں۔

پس تبیین سے مراد نبی و اہل بیت کی جانب سے شریعت کی تفصیلات بتانا ہے۔(1)

حوالہ

(1) منطق فهم القرآن، ج1 ص 89 تا 92 و 97 تا 98

ماحصل اور اپنی بات

اس سے پہلے کہ ہم اس آیت کے چند اہم پہلوؤں پر اپنے ناقص فہم کا اظہار کریں، ضروری معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ حصوں میں ہم نے مفسرین سے جو کچھ سمجھا ان کے اہم نکات کو سرسری بیان کر دیں تاکہ پہلے ان نظریات کا جائزہ بھی ہو جائے اور پھر مربوط کرتے ہوئے اپنی بات رکھنا آسان بھی ہو سکے۔

سورہ نحل کی آیت 89 پر گفتگو چل رہی تھی جس کے الفاظ اور ایک عمومی مفہوم درج ذیل ہے:

وَيَوۡمَ نَبۡعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٖ شَهِيدًا عَلَيۡهِم مِّنۡ أَنفُسِهِمۡۖ وَجِئۡنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِۚ وَنَزَّلۡنَا عَلَيۡكَ ٱلۡكِتَٰبَ تِبۡيَٰنٗا لِّكُلِّ شَيۡءٖ وَهُدٗى وَرَحۡمَةٗ وَبُشۡرَىٰ لِلۡمُسۡلِمِينَ۔ (سورہ نحل آیت89)

مفہوم: "اور اس روز ہم ہر امت میں ان میں سے انہی پر گواہ کو اٹھائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ بنا کر لائیں گے اور ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے ہر چیز کے لیے تبیان بنا کر، رحمت، ہدایت اور بشارت بنا کر مسلمانوں کے لیے۔"

اب نکات ملاحظہ ہوں:

1۔ سب سے پہلے بعض نے (نزلنا علیک الکتاب) کو پہلے والے حصے سے مربوط مانا ہے اور بعض نے نہیں۔

2۔ تبیان و بیان میں کچھ نے فرق واضح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تبیان واضح بیان (بیان بلیغ) کو کہتے ہیں جیسے زمخشری و بیضاوی وغیرھما اور بعض نے کہا ہے تبیان و بیان ہم معنی ہیں جیسے طبری و سید طباطبائی وغیرھما۔

اور ابن عاشور نے تو تصریح سے لکھا ہے کہ تبیان میں دو مبالغہ ہیں: ایک یہ کہ مصدر استعمال ہوا دوسرا یہ کہ تاء پر زیر دے کر اسم فاعل بنایا گیا اور یوں مزید مبالغہ ہوا۔

3۔ بعض نے "تبیانا" کو حال مانا ہے اور کچھ نے مفعول لہ تو کسی نے مفعول مطلق کا احتمال دیا۔

4۔ "ہر چیز" سے مراد کیا ہے؟

یعنی قرآن ہر چیز کے لیے تبیان ہے تو اس سے قرآن کہنا کیا چاہ رہا؟

اس متعلق اکثر و جمہور مے اسے امور دین سے متعلق کیا ہے یعنی قرآن تمام دینی امور کے لیے تبیان ہے اور دیگر ادلہ (سنت، اجماع، خبر واحد، قیاس وغیرھا) قرآن ہی نے بیان کیے ہیں۔

اور کچھ نے اسی بات کو دیگر تعبیر سے ادا کیا ہے جیسے طبری کہتے ہیں کہ ہر چیز سے مراد حرام و حلال اور ثواب و عقاب ہے اور سید طباطبائی کہتے ہیں کہ ہر چیز سے مراد ہر امر ہدایت ہے۔

البتہ فیض کاشانی وغیرہ نے اسے عموم پر ہی محمول کیا ہے اور روایات لائے ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ قرآن میں ہر چیز کا علم ہے اور ہم اہل بیت اس کا علم بھی رکھتے ہیں۔

5۔ کیا قرآن تبیان، ہدایت، رحمت اور بشارت صرف مسلمانوں کے لیے ہے؟ یا پھر بشارت صرف مسلمانوں کے لیے ہے باقی اوصاف سب کے لیے؟

اس میں اختلاف پایا جاتا ہے:

کچھ کا ماننا ہے کہ قرآن کے یہ چاروں اوصاف صرف مسلمانوں کے لیے ہیں جیسا کہ ابن عاشور نے کہا۔

اور بعض نے کہا ہے کہ قرآن ہدایت، رحمت اور بشارت صرف مسلمانوں کے لیے جیسا کہ امین احسن اصلاحی کی تعبیرات سے اخذ ہوتا ہے۔

اور کئی ایک مفسرین کا ماننا ہے کہ قرآن بشارت صرف مسلمانوں کے لیے ہے جبکہ تبیان، ہدایت اور رحمت سب کے لیے ہے۔

6۔ فیض کاشانی نے سب سے منفرد نظریہ اختیار کیا وہ یہ کہ رسول ائمہ پر گواہ ہیں اور ائمہ ع امت پر گواہ ہیں جبکہ باقی اکثر مفسرین کا ماننا ہے کہ رسول خود امت پر گواہ ہیں۔

البتہ محض اپنے زمانے تک کے لوگوں کے رسول اکرم گواہ ہوں گے یا قیامت تک آنے والوں کے گواہ ہوں گے؟

اس میں کئی ایک مفسرین کا ماننا ہے کہ رسول اکرم ص قیامت تک آنے والوں کے گواہ ہیں اور بالواسطہ وہ یوں کہ رسول لوگوں پر اور لوگ بعد والوں پر گواہ۔

جبکہ بدرالدین حوثی کا ماننا ہے کہ رسول اپنے زمانے والوں پر ہی گواہ ہوں گے اور یہ بات حضرت عیسی کے اعتراف سے بھی ہم آہنگ ہے جہاں حضرت عیسی نے کہا کہ میں جب تک تھا تو ان پر گواہ تھا۔

7۔ مفسرین میں یہ بھی اختلاف پایا جاتا ہے کہ رسول اکرم محض قیامت کو گواہ ہوں ہے یا تب بھی گواہ تھے؟

اس آیت سے اکثر مفسرین کا ماننا ہے کہ یہ آیت محض حشر ہی کی بات کر رہی ہے جبکہ ابن عاشور نے اسے عام لیا ہے۔

8۔ سید کمال حیدری اس بحث میں ایک نیا زاویہ سامنے لائے ہیں۔

ان کا کہنا ہے کہ قرآن کا بیان ہونا عمومی ہے اور اس کا تبیان ہونا خاص مخاطبین کے لیے ہے جیسے انبیاء وائمہ اور اس کا تبیین ہونا رسول کی ذمہ داری ہے جس سے رسول اور ان کے اہل بیت ہمیں شریعت کی تفاصیل بتاتے ہیں۔

اپنی بات

۱۔ تبیان و بیان میں فرق ہے کیونکہ تبیان باب تفعیل کا مصدر ہے اور اس میں مبالغہ کے معنی پائے جاتے ہیں یعنی زیادہ واضح کرنا۔

۲۔ " ہر چیز" سے مراد یہ ہے کہ قرآن نے امورِ ہدایت کو کھول کر بیان کیا ہے؛

اس کے تین قرائن ہیں جنہیں ملائیں تو یہی اخذ کرنا پڑتا ہے۔

ان تین قرائن میں سے دو اسی آیت کے اندر ہیں اور ایک عمومی قرینہ ہے؛

الف: آیت میں پہلے کہا گیا کہ رسول اکرم ان انکار کرنے والوں پر گواہ ہیں پھر ان کو بتایا کہ ہم نے کتاب میں ہر چیز بیان کر دی یعنی کہ جو کچھ ہدایت کے لیے ضروری تھا وہ سب بیان کر دیا تا کہ قیامت کے روز ان کے پاس کوئی حجت و عذر باقی نہ رہے تبھی تو رسول کا گواہ ہونا بامعنی ہو گا

ب: اس کے بعد خود قرآن کو ہدایت، رحمت اور مسلمانوں کے لیے بشارت کہنا بھی اسے خاص معنی میں محمول کرنے کی جانب اشارہ ہے۔

ج: اگر ہم پورے قرآن کے مشمولات دیکھیں تو اسی چیز کی تصدیق ہوتی ہے۔

۳۔ قرآن سب کے لیے تبیان ہے نہ کہ صرف مسلمانوں کے لیے کیونکہ یہی منکرین کو بتانا

مقصود ہے کہ ہم نے سب کچھ بیان کر رکھا ہے۔

۴۔ قرآن ہدایت، رحمت اور بشارت صرف مسلمانوں کے لیے۔

یعنی سورہ نحل کی یہ آیت بتارہی ہے کہ قرآن سر تسلیم خم کرنے والوں اور فرمانبرداروں کے لیے ہدایت، رحمت اور بشارت ہے۔

بشارت کا مفہوم تو واضح ہے کہ انہیں ابدی سعادت کی بشارت دینے آیا ہے اور ہدایت یوں کہ ان کے سامنے دین بیان ہوا اور رحمت اس لیے کہ اس پر عمل پیرا ہو کر انسان سرخرو ہوتا ہے اور یہ بھی کہ شریعت وہدایت کا بیان بھی دراصل رحمت ہی ہے۔

۵۔ زیر بحث آیت میں رسول اکرم کو قیامت کے دن ہی کا گواہ بتایا گیا ہے۔

اور علامہ طباطبائی کا یہ نکتہ بر محل ہے کہ یہ گواہی حقیقی ہونی چاہیے سو عصمت اور مشاہدہ شرط بن جاتے ہیں۔

سوالات

پہلا سوال تو یہ تھا کہ اگر قرآن اپنے لیے تبیان ہے تو کوئی دوسرا اس کے لیے تبیان کیسے ہو سکتا ہے؟

جس کا جواب مختلف اہل علم نے اپنے اپنے انداز میں دیا۔

مزید اس پر تفصیلی گفتگو ہم نے **"تفسیر القرآن بالقرآن: تنقیدی جائزہ"** کے تحت کرنی ہیں

کہ کس طرح بعض علماء نے اس آیت کو بطور دلیل پیش کیا کہ جب قرآن دوسروں کے لیے تبیان ہے تو خود اپنے لیے بھی تبیان ہو گا اور کوئی دوسرا اس کے لیے تبیان نہیں ہو سکتا۔

رہا اس مضمون کا بنیادی سوال کہ قرآن ہر چیز کے لیے تبیان ہے تو ہر چیز سے کیا مراد ہے؟ تو اس پر تفصیلی بات اس مضمون میں ہو چکی۔

واللہ عالم بالصواب

والسلام

عبدالباسط پتافی

21اپریل2025

نجف اشرف: عراق